غازی نے رکھ لیا تھا جو شمشیر کے تلے ۱۵۰ تھی طرفہ کش مکش، فلک پیر کے تلے
چلے سمٹ کے جاتے تھے، زہ گیر کے تلے چھپتی تھی سر جھکائے[ک-۱] کماں تیر کے تلے
اس تیغِ بے دریغ کا، جلوہ کہاں نہ تھا؟
سہمے تھے سب، پہ گوشۂ امن و اماں نہ تھا

چاروں طرف کمان کیانی کی وہ ترنگ[۱۲۵] ۱۵۱ رہ رہ کے ابرِ شام سے تھی بارشِ خدنگ
وہ شور و صیحۂ[۱۲۶] فرس[۱۲۷] ابلق و سرنگ[۱۲۸] وہ لوں وہ آفتاب کی تابندگی وہ جنگ
پھنکتا تھا دشتِ کیں کوئی دل تھا نہ چین سے
اس دن کی تاب و تب کوئی پوچھے حسینؑ سے

سقے پکارتے تھے یہ مشکیں لیے اُدھر ۱۵۲ بازارِ جنگ گرم ہے، ڈھلتی ہے دوپہر
پیاسا جو ہو، وہ پانی سے ٹھنڈا کرے جگر مشکوں پہ دوڑ دوڑ کے گرتے تھے اہلِ شر
کیا آگ لگ گئی تھی جہانِ خراب کو
پیتے تھے سب، حسینؑ تڑپتے تھے آب کو

گرمی میں پیاس تھی کہ پھنکا جاتا تھا جگر ۱۵۳ اُف اُف کبھی کہا کبھی چہرے پہ لی سپر
آنکھوں میں ٹیس اٹھی، جو پڑی دھوپ پر نظر چھپتے کبھی ادھر کبھی حملہ کیا اُدھر
کثرتِ عرق کے قطروں کی تھی روئے پاک پر
موتی برستے جاتے تھے مقتل کی خاک پر

سیراب چھپتے پھرتے تھے پیاسے کی جنگ سے ۱۵۴ چلتی تھی ایک تیغِ علیؑ لاکھ رنگ سے
چمکی جو فرق پر تو نکل آئی تنگ سے رکتی تھی نے سپر سے نہ آہن نہ سنگ سے
خالق نے منہ دیا تھا، عجب آب و تاب کا
خود،[۱۲۹] اس کے سامنے تھا، پھپھولا حباب کا

سہمے ہوئے تھے یوں کہ کسی کو نہ تھی خبر ۱۵۵ پیکاں کدھر ہے تیر کا سوفار ہے کدھر
مردم کی کش مکش سے کمانوں کو تھا یہ ڈر گوشوں کو ڈھونڈھتی تھیں زمیں پر جھکا کے سر
ترکش سے کھینچے تیر کوئی یہ جگر نہ تھا
سینہ[۱۳۰][۲-۱] پہ جس نے ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا

گھوڑوں کی وہ تڑپ وہ چمک تیغِ تیز کی ۱۵۶ سو سو صفیں کچل گئیں جب جست وخیز کی
لاکھوں میں تھی نہ ایک کو طاقت ستیز کی تھی چار سمت دھوم گریزا گریز کی
آری جو ہوگئی تھیں وہ سب ذوالفقار سے
تیغوں نے منہ پھرا لیے تھے کارزار سے

گھوڑوں[ل ۱] کی جست وخیز سے اُٹھا غبار زرد ۱۵۷ گردوں میں مثلِ شیشہ ساعت بھری تھی گرد
تودا بنا تھا خاک کا مینائے لاجورد کوسوں سیاہ تار تھا شب وادی نبرد
پنہاں نظر سے نیر گیتی فروز تھا
ڈھلتی تھی دوپہر کہ نہ شب تھا نہ روز تھا

اللہ ری لڑائی میں شوکت جناب کی ۱۵۸ سنولائے رنگ میں تھی ضیا آفتاب کی
سوکھے وہ لب[ل ۲] کہ پنکھڑیاں تھیں گلاب کی تصویر ذوالجناح پہ تھی بوتراب کی
ہوتا تھا غل جو کرتے تھے نعرے لڑائی میں
بھاگو کہ شیر گونج رہا ہے، ترائی میں

پھر تو یہ غل ہوا کہ دہائی حسینؑ کی ۱۵۹ اللہ کا غضب تھا لڑائی حسینؑ کی
دریا حسینؑ کا ہے ترائی حسینؑ کی دنیا حسینؑ کی ہے خدائی حسینؑ کی
بیڑا بچایا آپ نے طوفاں سے نوحؑ کا
اب رحم واسطہ علی اکبرؑ کی روح کا

اکبرؑ کا نام سن کے جگر پر لگی سناں ۱۶۰ آنسو بھر آئے روک لی رہوار کی عناں
مڑ کر پکارے لاشِ پسر کو شہِ زماں تم نے نہ دیکھی جنگِ پدر اے پدر کی جاں
قسمیں تمہاری روح کی یہ لوگ دیتے ہیں
لو اب تو ذوالفقار کو ہم روک لیتے ہیں

چلایا ہاتھ مار کے زانو پہ ابنِ سعد ۱۶۱ اے وا فضیحتا یہ ہزیمت ظفر کے بعد
زیبا دلاوروں کو نہیں ہے خلافِ وعد اک پہلوان یہ سنتے ہی گرجا مثالِ رعد
نعرہ کیا کہ کرتا ہوں حملہ امام پر
اے ابنِ سعد لکھ لے ظفر میرے نام پر

بالا قدو کلفت[132] و تنو مند و خیرہ سر ۱۶۲ روئیں[133] تن و سیاہ دروں، آہنی کمر
ناوک پیام مرگ کے، ترکش اجل کا گھر تیغیں ہزار ٹوٹ گئیں جس پہ وہ سپر
دل میں بدی طبیعتِ بد میں بگاڑ تھا
گھوڑے پہ تھا شقی کہ ہوا پر پہاڑ تھا

ساتھ اس کے اور اسی قد و قامت کا ایک دُل ۱۶۳ آنکھیں کبود، رنگ سیہ، ابروؤں پہ بل
بدکار و بد شعار ستمگار و پُر دغل[134] جنگ آزما بھگائے ہوئے لشکروں کے دَل
بھالے لیے کسے ہوئے کمریں ستیز پر
نازاں وہ ضربِ گرز پہ، یہ تیغ تیز پر

کھنچ جائے شکلِ حرب، وہ تدبیر چاہیے ۱۶۴ دشمن بھی سب مقر ہوں وہ تقریر چاہیے
تیزی زباں میں صورتِ شمشیر چاہیے فولاد کا قلم، دمِ تحریر چاہیے
نقشہ کھنچے گا صاف صفِ کارزار کا
پانی دوات چاہتی ہے، ذوالفقار کا

لشکر میں اضطراب تھا فوجوں میں کھلبلی ۱۶۵ ساونت بے حواس، ہراسان دھنی[135] بلی[136]
ڈر تھا کہ لو حسینؑ بڑھے تیغ اب چلی غل تھا ادھر ہیں مرحب و عنتر، اُدھر علیؑ
کون آج سر بلند ہو اور کون پست ہو؟
کس کی ظفر ہو دیکھیے کس کی شکست ہو؟

آواز دی یہ ہاتفِ غیبی نے تب کہ ہاں ۱۶۶ بسم اللہ اے امیرِ عرب کے سرورِ جاں
اُٹھی علیؑ کی تیغ دو دم چاٹ کر زباں بیٹھے درست ہو کے فرس پہ شہِ زماں
واں سے وہ شور بخت بڑھا نعرہ مار کے
پانی بھر آیا منہ میں ادھر ذوالفقار کے

لشکر کے سب جواں تھے لڑائی میں جی لڑائے ۱۶۷ وہ بد نظر تھا آنکھوں میں آنکھیں اُدھر گڑائے
ڈھالیں لڑیں سپاہ کی یا ابر گڑگڑائے غصے میں آ کے گھوڑے نے بھی دانت کڑکڑائے
ماری جو ٹاپ ڈر کے ہٹے ہر لعیں کے پاؤں
ماہی[137] پہ ڈگمگا گئے گاوِ زمیں کے پاؤں

نیزہ ہلا کے شاہ پر آیا وہ خود پسند ۱۶۸ مشکل کشا کے لال نے کھولے تمام بند
تیر و کماں سے بھی نہ ہُوا جب وہ بہرہ مند چلّا اُدھر کھنچا کہ چلی تیغ سر بلند
وہ تیر کٹ گئے جو دَر آتے تھے سنگ میں
گوشے نہ تھے کماں میں، نہ پیکاں خدنگ میں

ظالم اٹھا کے گرز کو آیا جناب پر ۱۶۹ طاری ہُوا غضب خلفِ بوتراب پر
مارا جو ہاتھ، پاؤں جما کر رکاب پر بجلی گری شقی کے سرِ پُرعتاب پر
بد ہاتھ میں شکست، ظفر نیک ہاتھ میں
ہاتھ اُڑ کے جا پڑا کئی ہاتھ ایک ہاتھ میں

کچھ دست[۱۳۸] پاچہ ہو کے چلا تھا وہ نابکار ۱۷۰ پنجے سے پر اجل کے کہاں جا سکے شکار
واں اُس نے بائیں ہاتھ میں لی تیغ آبدار یاں سر سے آئی پشت کے فقروں[۱۳۹] [(ل ۱۰)] پہ ذوالفقار
قرباں تیغِ تیز شہِ نامدار کے
دو ٹکڑے تھے سوار کے دو رہوار کے

پھر دوسرے پہ گرز اُٹھا کر پکارے شاہ ۱۷۱ کیوں ضربِ ذوالفقار پہ تُو نے بھی کی نگاہ
سرشار تھا شرابِ تکبر سے رُو سیاہ جاتا کہاں کہ موت تو روکے ہوئے تھی راہ
غُل تھا اسے اجل نے بڑھایا جو گھیر کے
لو دوسرا شکار چلا منہ میں شیر کے

آتا تھا وہ کہ اسپِ شہِ دیں پلٹ پڑا ۱۷۲ ثابت ہُوا کہ شیرِ گرسنہ جھپٹ پڑا
تیغہ شقی نے ڈھال پہ مارا تو پٹ پڑا ضربت پڑی کہ گنبدِ دوّار پھٹ پڑا
پیوندِ صدرِ زین جسد فرق ہو گیا
گھوڑا زمین میں سینے تلک غرق ہو گیا

پریوں سے قاف چھوٹ گیا اور جنوں سے گھر ۱۷۳ شیروں سے دشت، گرگ سے بن، اژدروں سے در
شاہیں[۱۴۰] و کبک، چھپ گئے اک، جا ملا کے سر اُڑ کر گرے جزیروں میں دریا کے جانور
سمٹے پہاڑ منہ کو جو دامن سے ڈھانپ کے
سیمرغ نے گرا دیے پر کانپ کے